باب الفتاویٰ

سوال = حضرت عمرؓ کو بوجہ جماعت تراویح شروع کرانے کے اور حضرت عثمانؓ کو بوجہ جمعہ کی اذان اول شروع کروانے کے وغیرہ مبتدع کہنا درست ہے یا نہیں؟

اسی طرح کیا آج کل نماز تراویح کی جماعت کروانا اور جمعہ کی اذان اول کہنا درست ہے یا نہیں؟

نبی ﷺ کا فرمان "العلماء ورثة الانبياء" حضرت عمرؓ وغیرہ اور بالخصوص آج کل کے حالات میں صادق آتا ہے یا نہیں۔ (بینوا توجروا)

الجواب بعون الوہاب

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين امابعد

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ نفوس طیبہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مصاحبت ورفاقت کے لئے منتخب فرمایا اوران کے لئے قرآن پاک میں "رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ" کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ پر راضی ہوگئے۔ کی مبارک ڈگری کا اعلان فرمایا اور قیامت تک کے آنے والوں کے صحت ایمان کے لئے صحابہ کے ایمان کو معیار مقرر فرما دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا ...... الايه"

کہ قیامت تک آنے والے لوگ اگر ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان جیسا ایمان لائیں تو ہدایت حاصل کرسکتے ہیں اور جن کا ایمان صحابہ کرام کے طریقہ پر نہ ہوگا۔ وہ ہدایت سے بہرہ ور نہیں ہوسکتے۔ بالخصوص خلفائے راشدین عشرہ مبشرہ اور دیگر کبار صحابہ کرام اسی طرح علماء وفقہاء صحابہ کرام ہمارے لئے ایک کسوٹی ہیں ان کے طریقہ پر ہی چلنا رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی پابندی کی دلیل ہے۔ آپ نے ما انا علیہ

واصحابی... الحدیث' وغیرہ فرما کر صراط مستقیم کی علامت اور نشان مقرر فرمایا گیا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے طریقہ سے اعراض گمراہی وضلالت ہے۔ خلفائے راشدین کے لئے تو نمایاں طور پر نبی ﷺ نے فرمایا۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المهدیین الحدیث' کہ میرے اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑو (مسند احمد ترمذی ابوداؤد وغیرہ) اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "من کان مستنا فلیستن بمن قدمات فان الحی لا تومن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرھا قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوالھم فضلھم واتبعوھم علی اثرھم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم وسیرھم فانھم علی الھدی المستقیم" (رواہ رزین) بحوالہ مشکوۃ المصابیح

کہ اگر کوئی شخص کسی کے طریقہ و راستہ کی اقتداء کرنا چاہتا ہے تو وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے طریقہ کی اقتداء و پیروی کرے وہ صحابہ امت محمدیہ کے افضل ترین وپاک ترین دلوں والے گہرے علم والے اور تکلف وغیرہ سے مبرا وپاک تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت و رفاقت کے لئے منتخب فرمایا اور اپنے دین کی حفاظت واقامت کے لئے پسند فرمایا ہے اور ان کے مقام ومرتبے کو پہچانو ان کے طریقہ کی اتباع وپیروی کرو اور جس قدر ہو سکے ان کے اخلاق وسیرت کو مضبوطی سے پکڑو وہی تو صراط مستقیم پر قائم تھے۔

اور قرآن پاک نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "والسبقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعدلھم جنت تجری تحتھا الانھار خلدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم" (التوبۃ ایۃ نمبر ۱۰۰)

یعنی ان سابقین مہاجرو انصار صحابہ کی پیروی کرنے والے بھی اللہ کی خوشنودی کے مستحق ہیں اور ان کے صحیح منہج ومسلک کی وجہ سے وہ جنتی اور فلاح وفوز سے سرفراز ہونے والے ہیں۔ تو یہ آیت اپنے الفاظ کے عموم کے اعتبار سے صحابہ کرام کے طریقہ کی پیروی کی راہنمائی کرتے ہوئے کامیابی کی بشارت دے رہی ہے۔ مندرجہ بالا وضاحت کے بعد بالاختصار یوں سمجھیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقہ کی پیروی ہی نجات کی ضامن ہے اور نعوذ باللہ صحابہ کرام بالخصوص خلفاء راشدین کو بدعتی کہنا بذات خود بدعت اور گمراہی کی روشن دلیل ہے ایسے الفاظ استعمال کرنے والا شخص فتنہ میں مبتلا ہے اور یہ عقیدہ جملہ سلف محدثین عظام وفقہاء کرام کے خلاف ہے۔ "نعوذ باللہ من ذالک"

آیئے اب مذکور مسائل کا جائزہ لیں:۔

ا۔ نماز تراویح کی جماعت کروانا:۔

نماز تراویح کی جماعت رسول اللہ ﷺ سے تین دن ثابت ہے تین دنوں کے بعد صحابہ کرام کے شوق کے باوجود آپ ﷺ نہ تشریف لائے اور نہ آنے کی وجہ یوں بیان فرمائی۔ "خشیت ان یکتب علیکم" کہ میں ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض کردی جائے (ملاحظہ ہو' بخاری مسلم وغیرہ)

نبی ﷺ کا نماز کی جماعت کے لئے نہ تشریف لانا اس کی علت وحکمت یہ نہیں کہ جماعت درست نہیں بلکہ آپ ﷺ نے خود علت بیان فرمائی ہے۔ اور وہ ہے فرضیت کا ڈر اور خطرہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اور شریعت کے اتمام واکمال ہوجانے کے بعد مزید فرائض ممکن نہ تھے اس لئے مانع جماعت علت اب نہ رہی جب وہ علت نہ رہی تو مانع بھی نہ رہا۔ لہٰذا جماعت تراویح میں کوئی حرج نہیں بلکہ جماعت کا اصل نبی ﷺ سے خود ثابت ہے جس کا اصل خود آپ ﷺ سے ثابت ہو' اسے بدعت کہنا (یعنی اصطلاحی بدعت کہنا) کسی طرح درست نہیں ہے۔ کیونکہ بدعت کی تعریف "من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد" (بخاری)

یعنی جو اس دین میں ایسی چیز کو جاری کرے۔ جس کا اصل ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے اور جماعت تراویح کا اصل آپ ﷺ سے ثابت ہے لہٰذا وہ اصطلاحی بدعت کے زمرہ میں ہرگز نہیں آتی۔ رہا نبی ﷺ کا یہ فرمانا "فصلوا ایها الناس فی بیوتکم فان افضل صلاۃ المرء فی بیته الا المکتوبة" کہ لوگو یہ (تراویح) اپنے گھروں میں پڑھو کیونکہ آدمی کی بہترین نماز فرائض کے علاوہ وہ گھر میں ہی ہے تو اس سے افضل اور غیر افضل کی بحث ہے جواز اور عدم جواز وغیرہ ہرگز نہیں۔ ورنہ فرائض کے علاوہ کسی قسم کے نوافل مسجد میں پڑھنا درست نہ ہوتا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی قائل ہے۔ (افضل اور غیر افضل کی بحث متنازع نہیں اس لئے اس سے صرف نظر کرتے ہیں)

نیز حضرت عمرؓ نے بھی جب ایک قاری پر جمع کیا۔ تو اس سے قبل تراویح کی جماعت تو ہوتی ہی تھی چنانچہ حدیث شریف میں ہے (فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه ویصلی الرجل فیصلی بصلاته الرهط فقال عمرانی لوجمعت هولاء علی قاری واحد لکان امثل.... (الحدیث)

کہ کوئی اکیلا نماز پڑھتا اور کوئی چند آدمیوں کے ساتھ باجماعت نماز پڑھتا جسے دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر انہیں ایک قاری پر جمع کر دیا جائے تو بہت اچھا ہو جائے۔

تو غور کریں تراویح کی جماعتیں تو حضرت عمرؓ سے قبل بھی ثابت ہوئیں تو پھر حضرت عمرؓ کو (نعوذ باللہ) بدعتی کہنا کہاں کی عقل مندی و دیانت داری ہے۔

افضل وغیر افضل کے لئے حضرت عمرؓ بھی فرماتے ہیں "والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون یرید اخر اللیل" کہ وہ لوگ جو گھروں میں سو رہے ہیں اور آخر رات کو بیدار ہو کر نماز پڑھیں گے وہ افضل و بلند ہیں ان لوگوں کی نسبت جو رات کے اول حصہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تراویح پڑھ رہے ہیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے خود بھی جماعت سے تراویح ادا نہیں کی۔ جس

سے حضرت عمرؓ کا شدت سے سنت کا پابند ہونا روشن اور واضح ہے کجا ان کو بدعتی کہنا (نعوذ باللہ) باقی رہا حضرت عمرؓ کا اسے (نعمت البدعة هذة) کہنا تو یہ محض لغوی اعتبار سے بالنسبة ہے کہ ایک وقت کے بعد دوبارہ اسے زندہ کرنا ہے۔ ورنہ اصطلاحی معنی میں کسی بھی لحاظ سے بدعت کی تعریف صادق نہیں آتی۔

نیز یاد رہے جماعت تراویح چند دن آپ ﷺ کے فعل سے ثابت ہے تو آپ ﷺ کے زمانہ میں تراویح کی جماعت کا ہونا اور آپ ﷺ کا منع نہ فرمانا یہ تقریری سنت ہے چنانچہ حدیث میں ہے۔ "عن جابر قال جاء ابی بن کعب الی رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال یا رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان منى الليلة شئى يعنى فى رمضان قال وماذاك یاابی قال نسوة فی داری قلن انا لانقرا القرآن فنصلی بصلاتك قال صليت بهن ثمان ركعات واوترت فسكت فكان شبه الرضا ولم يقل شيئا" رواه ابو يعلى والطبرانی بنحوه فی الاوسط قال الهيثمی فی مجمع الزوائد ۲ / ۱۸۳ اسناده حسن وذكره ابن نصرالمروزی فی قیام اللیل ص ۹۰ (ملاحظہ ہو انوارالمصابیح بجواب رکعات تراویح ۴۴)

کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو عورتوں نے کہاکہ ہم قرآن پاک زیادہ نہیں پڑھتی۔ (کیونکہ حافظ نہیں ہیں) لہٰذا ہم آپ کی نماز کے سے نماز پڑھنا چاہتی ہیں چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے انہیں تراویح کی جماعت آٹھ رکعت اور وتر باجماعت پڑھا دیئے۔ دوسرے روز آپ ﷺ سے پورا قصہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے رضامندی کا اظہار فرماتے ہوئے خاموشی فرمائی۔

نماز تراویح کی نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے آپ ﷺ کے فعل کے ساتھ ساتھ یہ تقریری حدیث بھی ہے اس لئے نماز تراویح کی جماعت کروانے میں ہرگز کوئی شبہ نہیں۔

بالکل جائز ہے۔ تو جس مسئلہ میں اس قدر دلائل ہوں تو ایسے عمل پر عمل پیرا ہونے والے حضرت عمرؓ کو اوران سعادت مندوں کو (جو آپ ﷺ کی سنت اور خلیفہ راشد کی سنت پر عمل پیرا ہیں) بدعتی کہنے والا شخص اگر جاہل واحمق نہیں تو یقیناً خوارج کے مذہب وطریقہ پر چلنے والا ہے۔

(۲) حضرت عثمانؓ کا جمعہ کے لئے اذان کا اضافہ فرمانا۔ تو اس سلسلہ میں حدیث شریف میں یوں مذکور ہے۔ "عن السائب بن یزید رضی الله عنه ان الاذان کان اول حین یجلس الامام علی المنبر یوم الجمعة علی عهد رسول الله ﷺ و ابی بکر و عمر فلما کان خلافة عثمان و کثر الناس امر عثمان یوم الجمعة بالاذان الثالث فاذن به علی الزوراء فثبت الامر علی ذلک (سنن نسائی باب الاذان للجمعة صفحہ ۱۶۴)

کہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کی کثرت کے باعث پہلی اذان کا اضافہ فرمایا۔ چنانچہ اسی پر عمل شروع ہوگیا اور وہی طریقہ ثابت ہوگیا خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کے اجتہاد پر اکثر صحابہ نے تائید فرمائی اور مسلمانوں نے نبی ﷺ نے حکم (علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی) پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس پر عمل کرنا شروع کردیا۔ جو آج تک جاری وساری ہے۔

حضرت عثمانؓ کے اجتہاد اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کی تائید اور بالخصوص خلیفہ راشد کے طریقہ کو اختیار کرنے کا حکم موجود ہونے کی صورت میں اس کے جواز میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔ اور اس عمل کو بدعت کہنا اور "نعوذ باللہ" اس کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو بدعتی قرار دینا جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور خوارج کی اتباع ہے۔

آج بھی جہاں ضرورت نہ ہو یا شروع سے ایک اذان ہی ہوتی ہو، وہاں اگر پہلی اذان نہ کہی جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ خلیفہ راشد کے عمل سے صرف جواز پر دلیل ہے واجب وغیرہ نہیں، لیکن اگر کہیں اس پر عمل ہوتا ہے (جیساکہ اکثر مساجد میں

مجود ہے) تو اس کا جواز موجود ہے۔ وہاں فتنہ وفساد برپا کرنا یا بدعت قرار دینا صریح غلط ہے اور ایسا کرنے والا فتنہ پرواز روح شریعت سے بیگانہ احمق و مفسد فی الارض ہے۔

(۳) **العلماء ورثة الانبياء** ...... الحدیث۔ کتب حدیث میں مشہور حدیث ہے اور اس کے مصداق اگر صحابہ کرام اور بالخصوص خلفاء راشدین نہیں تو اور کون ہوسکتے ہیں اور بالخصوص حضرت عمرؓ جو اپنی رائے اور اجتہاد میں اکثر صواب پر ہوتے اور یہ ان کے "**موید من الله**" ہونے کی دلیل بھی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ "**ولقد كان فيما قبلكم من الامم محدثون فان يكُ من امتی فانه عمر**" (متفق علیہ بحوالہ مشکوۃ ۵۵۶)

کہ سابقہ امتوں میں ایسے افراد تھے جن کا اجتہاد وغیرہ صواب اور درست ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف ملہم ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہوسکتا ہے تو وہ عمرؓ اور اس کا مصداق قیامت تک علماء حقہ کی جماعت کی صورت میں موجود رہے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ "**لايزال من امتی امة قائمة بامرالله لايضرهم من خذلهم ولا من خانهم حتى ياتی امرالله وهم على ذلكَ**" کہ قیامت تک ایک جماعت حقہ موجود رہے گی جو اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہے گی۔ کسی کی مخالفت وغیرہ ان کو کچھ نقصان نہ دے گی۔ لہٰذا اس حدیث کا مصداق ان شاء اللہ قیامت تک موجود رہے گا۔ اور ہمیشہ سے موجود ہے۔ البتہ صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفاء راشدین کو بدعتی کہنے والا یقیناً اس کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ " **هذا ماعندنا والله تعالى اعلم بالصواب**"